السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

جو نمازیں قضا ہو جائیں ان کو ترتیب سے ادا کرنا چاہیئے یا بلا ترتیب ادا کی جائیں۔ ؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

اس مسئلہ میں بظاہر تین اہم باتیں ٹکرا رہی ہیں۔

پہلی بات :

یہ حدیث ہے «فلا صلوة الا التی اقیمت لہا» یعنی جب اقامت ہو تو اس نماز کے سوا کوئی نماز نہیں جس کی اقامت ہوئی۔

دوسری بات :

ترتیب نمازوں کا مسئلہ ہے۔ جمہور کہتے ہیں۔ ترتیب ضروری ہے۔ بعض کہتے ہیں ضروری نہیں جمہور کی دلیل یہ ہے کہ ترمذی، نسائی، موطا میں ہے کہ جنگ خندق میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چار نمازیں رہ گئی تھیں۔ بخاری مسلم میں کم نمازوں کا ذکر ہے عشاء کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ترتیب سے پڑھا۔ پہلے ظہر پڑھی پھر عصر پھر مغرب پھر عشاء اور آپ نے عام طور پر فرمایا ہے «صلوا کما رایتمونی اصلی» یعنی نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتا دیکھتے ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ترتیب سے پڑھنی ضروری ہیں۔

ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں۔

«واحتج الجمهور بقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن صلوة او نسیھا فلیصلھا اذا ذکرھا لا کفارة لھا الا ذالک وفی لفظ فان ذالک وقتھا» (جلد اول فتاویٰ ابن تیمیہ)

یعنی جمہور کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو سو جائے یا بھول جائے تو جب یاد آئے پڑھ لے یہی اس کا کفارہ ہے۔ اور ایک روایت میں ہے یہی اس کا وقت ہے۔

جب یاد آنے کے وقت پڑھنے کا حکم ہوا۔ اور یہی اس کا وقت ہوا تو اب دوسری نماز سے اس کو مؤخر کرنا جس کی اب اقامت ہوئی ہے ٹھیک نہ ہوا۔

مؤطا امام مالکؒ باب العمل فی جامع الصلوة صفحہ 42 میں ہے۔

«عن عبد اللہ بن عمر انہ کان یقول من نسی صلوة فلم یذکرھا الا وھو مع الامام فاذا سلم الامام فلیصل الصلوة التی نسی ثم لیصل بعدھا الاخری»

یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص نماز بھول جائے اس کو یاد نہیں آئی یہاں تک کہ دوسری نماز امام کے ساتھ پڑھنے لگ گیا تو جب امام سلام پھیرے پہلے بھولی ہوئی نماز پڑھے پھر دوسری پڑھے۔

تیسری بات :

یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

«انما جعل الامام لیؤتم بہ» یعنی امام کی تابعداری ضروری ہے جو امام کرے وہ کرنا چاہیئے۔

اس حدیث کی رو سے امام عشاء کی نماز پڑھتا ہو تو اس کے ساتھ مغرب کی نماز کس طرح پڑھے۔ اگر تین پر سلام پھیرے تو امام کی مخالفت لازم آتی ہے۔ اگر چار پڑھے تو مغرب نہیں بنتی۔ اگر تین فرضوں کی نیت کرے اور نفل کی نیت کرے تو یہ بھی ایک انوکھی سی بات ہے کیونکہ وتر کے سوا ایک نفل کا کہیں ثبوت نہیں ملتا اور نہ ہی فرض اور نفل کی اکٹھی نیت آئی ہے۔ اگر ٹھہرا رہے یہاں تک کہ امام رکعت پڑھ لے تو یہ سب سے زیادہ برا ہے۔

کیونکہ اذان سن کر ٹھہرنے کی اجازت نہیں۔ فوراً نماز کے لئے آنا ضروری ہے۔ یہ اقامت سن کر شامل نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر فجر کی نماز رہ گئی ہو اور وہ ظہر کے ساتھ پڑھنی چاہتا ہو تو اسکو بھی یہی مشکل ہوگی ہاں امام ایک یا دو رکعت پڑھ چکا ہو اور اس کے بعد یہ آیا ہو تو اس صورت میں یہ مشکل نہیں لیکن کھٹکا سے یہ بھی خالی نہیں کیونکہ جب امام کی اقتداء میں یہ داخل ہوگیا تو امام کی ساری نماز اس نے اپنے ذمہ کرلی۔ اس لئے مسافر مقیم امام کے پیچھے پوری پڑھتا ہے۔ چنانچہ تلخیص میں مسند امام احمد کی روایت ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال ہوکہ مسافر مقیم کے پیچھے پوری نماز کیوں پڑھتا ہے؟ فرمایا «سنۃ ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم» یعنی یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے اور اس کا اصل نسائی و مسلم میں بھی ہے۔ جب یہ معلوم ہوگیا کہ یہاں روایتوں کا آپس میں تعارض ہے تو اب اس تعارض کو اٹھانے کی کوئی صورت سوچنی چاہیے۔

رفع تعارض :

امام ابو حنیفہؒ نے تو صرف ترتیب کے مسئلہ کو لیا ہے وہ فرماتے ہیں۔ جماعت خواہ ملے یا نہ۔ ترتیب کو قائم رکھنا ضرری ہے۔ مثلاً صبح کی نماز اس وقت یاد آئی جب خطبہ سے فارغ ہوکر جمعہ کی نماز پڑھانے لگا تو وہ فجر کی نماز پڑھے خواہ جمعہ فوت ہوجائے۔ ملاحظہ ہو شامی جلد اول باب ادراک الفریضۃ صفحہ 525 و باب قضاء الفوائت صفحہ 537 و فتاوی ابن تیمیہؒ جلد اوّل صفحہ 129 لیکن اس صورت میں حدیث «فلا صلوۃ الاّ التی اقیمت لہا» پر عمل بالکل ترک ہوجاتا ہے اس لئے یہ ٹھیک نہیں۔

جمعہ کے مسئلہ میں امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ بھی اپنے استاد کے خلاف ہیں۔ وہ کہتے ہیں پہلے جمعہ پڑھے پھر صبح کی نماز پڑھے چنانچہ شامی کے صفحہ مذکورہ میں تصریح کی ہے۔ باقی دو صورتیں اور ہیں۔ ہمارے خیال میں یہ دونوں ٹھیک ہیں ان سے جس پر چاہے عمل کرے۔

ایک صورت :

ایک یہ کہ پہلے وہ نماز پڑھ لے جس کی اقامت ہوئی ہے اس کے بعد وہ نماز پڑھے جو قضا ہوگئی۔

ترتیب والی احادیث کا جواب :

یہ ہے کہ حدیث «لاصلوۃ الا التی اقیمت لہا» سے معلوم ہوا کہ جب اقامت ہوجائے تو ترتیب قائم رکھنی ضروری نہیں ہاں اور وقتوں میں ترتیب سے پڑھے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت جو موطا کے حوالہ سے گذری ہے۔ وہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے حدیث «فلا صلوۃ الا التی اقیمت لہا» کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

دوسری صورت :

یہ ہے کہ امام کے ساتھ شامل ہوجائے اور قضا نماز کی نیت کرلے اس کے بعد اکیلا دوسری نماز پڑھ لے جس کی اقامت ہوئی۔ رہا فجر کی نماز کو نماز ظہر کے ساتھ پڑھنا۔ سو اس کا ایک طریق تو یہی ہے کہ جتنی رکعتیں زائد ہیں۔ ان کی نفل کی نیت کرے مثلاً فجر ظہر کے ساتھ پڑھے تو دو نفلوں کی نیت کرے اور اگر مغرب عشاء کے ساتھ پڑھے تو ایک نفل کی نیت کرے۔ اگرچہ ایک نفل وتر کے سوا نہیں آیا لیکن جماعت کی خاطر جائز ہے۔ دیکھئے تین نفل بھی وتر کے سوا نہیں آئے لیکن کوئی شخص مغرب اکیلا پڑھ چکا ہو پھر مغرب کی جماعت پالے تو ملنا پڑے گا یا مغرب کی جماعت ہوچکی۔ اس کے بعد اکیلا آئے تو جو شخص نماز جماعت کے ساتھ پڑھ چکا ہے اس کے ساتھ شامل ہوسکتا ہے۔ رہی فرض نفل کی اکٹھی نیت تو یہ بھی جماعت کی خاطر ہے۔ جیسے امام پانچ رکعت پڑھ لے تو امام پر سجدہ سہو پڑگیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ پانچویں رکعت اور سجدہ سہو مل کر بمنزلہ دو رکعت کے ہو کر نفل ہوجائیں گے لیکن مقتدی کو بھی سجدہ سہو کرنا پڑتا ہے تو یہ جماعت کو قائم رکھنے کی خاطر ہے ورنہ مقتدی کو کیا ضرورت ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ صبح کی نماز ظہر کے ساتھ پڑھے تو دو پر سلام پھیر کر امام سے الگ ہوجائے اگر مغرب عشاء کے ساتھ پڑھے تو تین پڑھ کر الگ ہوجائے جیسے صلوٰۃ خوف میں مقتدی ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھ کر دشمن کے سامنے چلے جاتے ہیں۔ اور امام دوسری رکعت دوسرے مقتدیوں کو پڑھا دیتا ہے۔ گویا یہ سب تغیر و تبدل جماعت کی خاطر ہے۔ ایسے مسائل میں تشدّد نہیں چاہیئے کیونکہ یہ اختلاف حادث نہیں۔ اور دلائل ملتے جلتے ہیں۔

اختیارات ابن تیمیہؒ صفحہ 40 میں ہے۔

«اصح الطریقین لاصحاب احمد انہ یصح ائتمام القاضی بالمودی ولا بالعکس ولایخرج عن ذالک ائتمام المفترض بالمتنفل ولو اختلفا او کانت صلوۃ الماموم اقل وہو اختیار ابی البرکات وغیرہ»

یعنی زیادہ صحیح طریق اصحاب احمد کے نزدیک یہ ہے کہ قضا دینے والا ادا کرنے والے کی اقتداء کرسکتا ہے۔ اور فرض پڑھنے والا نفل پڑھنے والے کی اقتدا کرے یہ بھی اس میں داخل ہے خواہ نمازیں ان کی تعداد رکعت میں کم و بیش ہوں بلکہ مقتدی کی نماز کم ہو تو بھی کوئی حرج نہیں (جیسے امام عشاء پڑھے اور مقتدی اس کے ساتھ مغرب کی نیت کرے) اور ابو البرکات وغیرہ کے نزدیک یہی مختار ہے۔

فتاوی ابن تیمیہؒ جلد اوّل صفحہ 111 میں ہے :

«مسئلہ فی من وجد جماعۃ یصلون الظہر فاراد ان یقضی معہم الصبح فلما قام الامام فللرکعۃ الثالثۃ فارقہ بالسلام فہل تصح ہذہ الصلوۃ و علی ای مذہب تصح»
الجواب : «ہذہ الصلوۃ لا تصح فی مذہب ابی حنیفۃ و مالک و احمد فی احدی الروایتین عنہ و تصح فی مذہب الشافعی و احمد فی الروایۃ الاخری»

یعنی جو شخص فجر کی نماز ظہر پڑھنے والے امام کے ساتھ پڑھے۔ جب امام تیسری رکعت کے لئے اٹھے یہ سلام پھیر کر الگ ہوجائے یہ نماز صحیح ہوگی یا نہ؟ اگر صحیح ہوگی تو کس کے نزدیک؟

جواب : اس کا یہ ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک صحیح نہیں۔ اور امام احمدؒ سے بھی ایک روایت اس طرح آئی ہے۔ اور ایک روایت میں امام احمد کے نزدیک یہ نماز صحیح ہوگی۔ اور امام شافعیؒ مذہب میں بھی یہ نماز صحیح

ہے۔

فتاوی ابن تیمیہؒ جلد اول صفحہ 115 میں ہے :

«مسئلہ فی امام قام الی الخامسۃ فسبّح بہ فلم یلتفت لقولھم وظن انہ لم یسہ فھل یقومون معہ ام لا۔ »
الجواب : «ان قاموا معہ جاہلین لم یبطل صلوتھم لکن مع العلم لا ینبغی لھم ان یتابعوہ بل ینتظروہ حتی یسلم بھم او یسلموا قبلہ والا نتظار احسن واللہ اعلم۔ »

امام پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو کر کسی نے پیچھے سے سبحان اللہ کہا۔ امام نے اس کا خیال نہ کیا کیونکہ اس کے دل میں تھا کہ میں بھولا نہیں۔ کیا اس صورت میں مقتدی امام کے ساتھ کھڑے ہوں یا نہ؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر مسئلہ کی ناواقفی کی وجہ سے کھڑے ہو جائیں تو ان کی نماز باطل نہیں ہوگی۔ لیکن دیدہ دانستہ کھڑے ہونا لائق نہیں بلکہ انتظار میں بیٹھے رہیں۔ جب امام پانچویں رکعت پڑھ لے تو اس کے ساتھ سلام پھیریں یا اس سے پہلے جب وہ پانچویں رکعت کے لئے کھڑا ہو سلام پھیر لیں یعنی سلام پھیر کر امام سے الگ ہو جائیں لیکن امام کی انتظار بہتر ہے۔

وباللہ التوفیق

فتاویٰ اہلحدیث

کتاب الصلوۃ، نماز کا بیان، ج2ص86

محدث فتویٰ